مکاتیبِ شبلی بنام عطیہ فیضی میں درس وتدریس
تحقیقی وتنقیدی جائزہ

محمد خرم یاسین

M. Khuram Yasin

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Govt. College University, Faisalabad.

Abstract

"Shibli Noumani was a University in a man. His writings including literature, history, criticism, biographies, essays and religious studies are manifestation of his writing enthusiasm variety of topics and and knowledge. Not confined to said aspects of writings only, his letters are also equally important to look into his thoughts. Specially, his letters with Aatia Faizi, which were earlier said to be the presentation of his love and affection to Aatia, have many other angels. In these letters, he not only tried to educate her but also his attitude toward women education is depicted. In this research article, the critical analysis of his letters to Atia Faizi is presented."

مولانا شبلی نعمانی نے اردو اور فارسی زبان وادب بشمول سوانح نگاری، شاعری، تحقیق وتنقید اور مقالات کے ذریعے بلند مقام حاصل کیا اور جو علمی سرمایہ چھوڑا اس سے تا حال عوام وخواص فیض یاب ہو رہے ہیں۔ان کے علمی ذخیرے میں عباسی خلیفہ مامون الرشید کی سوانح عمری ''المامون'' (۱۸۸۸ء)، امام بو احنیفہ کی سیرت کے حوالے سے ''سیرت النعمان'' (۱۸۹۱ء)، حضرت عمر فاروقؓ سے متعلق ''الفاروق'' (۱۸۹۹ء)، امام غزالی سے متعلق ''الغزالی'' (۱۹۰۱ء)، مولانا جلال الدین رومی کی سوانح ''سوانح مولانا روم'' (۱۹۰۴ء)، ''سیرۃ النبی ﷺ''، ''علم الکلام'' (۱۹۰۲ء)، ''الکلام'' (۱۹۰۴ء)، ''موازنہ انیس ودبیر'' (۱۹۰۶ء)، ''شعر العجم (فارسی شاعری کی تاریخ)''، ''سفر نامہ روم ومصر وشام'' (۱۹۸۴ء) اور اردو اور فارسی کلامِ شاعری بھی موجود ہے۔

مذکوہ تمام کتب کے علاوہ ان کے بکھرے ہوئے مقالات کو مولانا شبلی نعمانی کے شاگردوں: مولانا مسعود علی ندوی، مولوی معین الدین قدوائی نے مرتب کیا اور اس ترتیب سے شائع کیا: ''مقالاتِ شبلی'' حصہ اول (مذہبی مضامین)، ''مقالاتِ شبلی'' حصہ دوم (ادبی مضامین)، ''مقالاتِ شبلی'' حصہ سوم (تعلیمی مضامین)، ''مقالاتِ شبلی'' حصہ چہارم (تنقیدی مضامین)،

''مقالاتِ شبلی'' حصہ پنجم (سوانحی مضامین)، ''مقالاتِ شبلی'' حصہ ششم (تاریخی مضامین)، ''مقالاتِ شبلی'' حصہ ہفتم (فلسفیانہ مضامین)، ''مقالاتِ شبلی'' حصہ ہشتم (قومی واخباری مضامین) (۱) مذکورہ کتب کے علاوہ ان کے ان کے خطوط کے تین مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بالترتیب دو مجموعے مکاتیبِ شبلی (حصہ اول) اور مکاتیبِ شبلی (حصہ دوم) کو سید سلیمان ندوی نے مرتب کیا جب کہ تیسرا مجموعہ منشی محمد امین زبیری نے ترتیب دیا۔ (۲)

گو کہ مولانا شبلی نعمانی کی زندگی چوں کہ حرکت وعمل سے تعبیر تھی لیکن وہ بہر حال انسان تھے اور انسان متنوع رویوں، متضاد صفات اور بوقلمونی مزاجوں کا مجموعہ ہے۔ اسی لیے کسی بھی انسان کے لیے ہمیشہ ایک سے مزاج یا رویے کا اظہار کرنا ممکن نہیں رہ سکتا۔ کبھی اسے معمولی غصہ آتا ہے تو کبھی وہ سراپا غضب بن جاتا ہے، کبھی اس کے مزاج میں شفقت اور رحم کے جذبات جنم لیتے ہیں اور کبھی سراپا عجز وانکسار بن جاتا ہے۔ اسی وجہ سے جہاں شبلی اپنے خطوط میں ندوۃ العلوم کے مستقبل اور نصاب سازی کے حوالے سے متفکر اور چڑچڑاہٹ کا شکار نظر آتے ہیں وہیں وہ چند خطوط بنام عطیہ فیضی میں عطیہ سے اظہارِ محبت وعقیدت کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ انھی چند خطوط کو سامنے رکھتے ہوئے چند ناقدین نے ''شبلی کی حیاتِ معاشقہ'' ایسی کتب ومختلف مقالات میں بطور خاص ان کی نجی زندگی کو ہدفِ تنقید بنانے کی کوشش کی ہے جب کہ مذکورہ خطوط ہی میں تعلیمِ نسواں کے حوالے سے ان کے مثبت افکار ونظریات اور تحریک کو بڑی بے دردری سے نظر انداز کر دیا ہے۔ یوں خطوطِ شبلی کے ایک اہم زاویے سے صرفِ نظر کیا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔ ظفر الدین اپنے مقالے ''شبلی کی شخصیت: خطوط کے آئینے میں'' میں ان کے خطوط کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ان کا ایک حصہ جو مختلف نوعیت کا ہے وہ عطیہ اور ان کی بہن کے نام ہے۔ اس میں وہ زندہ دل اور خوش باش نظر آتے ہیں:

> ''وہ خطوط جو انھوں نے عطیہ فیضی اور ان کی بہنوں کو لکھے ہیں ان خطوط میں ان کی شخصیت کا جمالی پہلو نمایاں ہوتا ہے اور یہاں وہ صرف ایک مولوی نہیں بلکہ زندہ دل اور زندہ جاوید انسان نظر آتے ہیں۔'' (۳)

شبلی نعمانی، عطیہ فیضی کو خطوط میں تعلیمِ نسواں پر زور دیتے اور اس کے حامی نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عطیہ کو اس ضمن میں تحریک بھی دیتے ہیں لیکن اس پہلو کو بھی مدنظر رکھتے ہیں کہ اس تعلیم میں بے حیائی اور بے ہودگی کا کوئی پہلو موجود نا ہو۔ باالفاظِ دیگر وہ خواتین کی ایسی تعلیم کیحق میں نہیں جو عورت کو عورت نا رہنے دے۔ اکبر الہ آبادی کے افکار میں بھی تعلیم نسواں کے اس پہلو پر کڑی تنقیدی موجود ہے جو لڑکیوں کو اسلامی اور مشرقی تہذیب سے دور کر دے اور دین و دنیا کہیں کا نا چھوڑے۔ شبلی نعمانی کے عطیہ کے علاوہ دیگر احباب کے نام خطوط میں بھی تعلیمِ نسواں کی حمایت ملتی ہے۔ اس ضمن میں مولانا حبیب الرحمان شیروانی کے نام ان کے ایک مکتوب کا یہ اقتباس ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

> ''بمبئی میں عورتوں کے جلسے دیکھے، ان کی تقریریں سنیں، ان کی قابلیت دیکھی لیکن ''چنداں خوشی نہ ہوئی'' کیوں کہ ان کی سرگرمیوں میں مسلمان عورتوں کا کہیں پتہ نا تھا۔'' (۴)

شبلی چاہتے تھے کہ عورت کو مردوں سے کم تر نا سمجھا جائے بلکہ اس میں زمانے کی مشکلات کو سمجھنے اور سہنے کی استعداد پیدا کی جائے تا کہ وہ نا صرف مردوں کے شانہ بشانہ قوم کی ترقی میں حصہ لے سکیں بلکہ ایک حوصلہ مند زندگی بھی گزاریں۔ اس اقدام کے لیے ان کی پہلی فکر مرد وخواتین دونوں کے لیے یکساں نصابِ تعلیم پر مرکوز تھی۔ مرد وخواتین کے لیے تعلیم کا نصاب ایک ہونے

کا مطلب یہی تھا کہ ان دونوں میں ذہنی ہم آہنگی جنم لیے اور ایک دوسرے کو کم تر نا سمجھیں۔ اسی افتراق کی وجہ سے وہ یورپی نظریہ تعلیم کے بھی خلاف تھے اور اسے بعید از عقل قرار دیتے تھے کیکہ اس کی وجہ سے مرد و خواتین دونوں کی فکری زندگی میں بعد کے تسلسل کے بڑھنے کے زیادہ روشن امکانات تھے۔ اس سلسلے میں عطیہ فیضی کو ۲۶ مئی ۱۹۰۹ء میں تحریر کردہ خط کا اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''نصابِ تعلیم کے متعلق میں سرے سے اس کا مخالف ہوں کہ عورتوں کے لیے الگ نصاب ہو۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے جس میں یورپ بھی مبتلا ہو رہا ہے۔ کوشش ہونی چاہیے کہ ان دونوں صنفوں میں جو فاصلہ پیدا ہو گیا ہے وہ کم ہوتا جائے نہ کہ اور بڑھتا جائے اور بات چیت رفتار گفتار، نشست، برخاست، مذاقِ زبان سب الگ ہو جائیں یوں ہی تفرقہ رہتا رہا تو دونوں دو مختلف نوع ہو جائیں گے۔''(۵)

شبلی کی تعلیمِ نسواں کی حمایت کے خطوط ہی کے حوالے سے ڈاکٹر راج بہادر گوڑ تحریر کرتے ہیں کہ وہ خواتین کی ایسی تعلیم کے حامی تھے جو اسلام کے مطابق ہو کیوں کہ اسلامی تعلیمات انھیں راہِ راست پر رکھنے میں مدد دیتی تھیں۔ اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

''شبلی عورتوں کی تعلیم کے حامی تھے اور وہ بھی عصری۔ یہ نہیں کہ انھیں امورِ خانہ داری ہی میں محصور رکھا جائے لیکن لگتا ہے کہ کوئی انھیں پیچھے سے کھینچتا بھی ہے۔''(۶)

اسی ضمن میں ان کا ایک نہایت اہم خط بنام عطیہ فیضی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جس میں وہ ندوۃ العلوم کے قیام کا مقصد یہ بیان کرتے ہیں کہ اسلامی اصولوں کے مطابق جدید دنیا کے ساتھ ہم قدم ہوا جائے نا کہ تعلیم کے ان پرانے طور طریقوں ہی پر گامزن رہ کر قوم کو مزید نقصان سے دوچار کیا جائے جو عصر حاضر میں بے سود ہو چکے ہوں۔ سرسید احمد خان کے سامنے بھی گو یہی مقصد موجود تھا لیکن شبلی نے ان سے چند معاملات پر اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی کی راہ اپنائی تھی۔ عطیہ فیضی کو ندوہ کے مقاصد جو کہ درحقیقت ان کے اپنے تعلّمی کے مقاصد تھے، کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ندوہ کا مقصد اسلام کی حمایت اور علوم دینی کا بقا ہے لیکن نہ اس طرح کہ جو پرانے خیال کے مولوی چاہتے ہیں۔ پس گویا ندوہ مذہبی تعلیم کی اصلاحی صورت ہے۔''(۷)

عطیہ فیضی کے نام ۲۶ مئی ۱۹۰۹ء میں تحریر کردہ ایک اور خط کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے جس میں وہ انھیں آگے بڑھنے، خواتین کی نمائندگی کرنے، علم کو عام کرنے اور تعلیمِ نسواں کے لیے کچھ کر گزرنے کے ہمت اور تحریک دیتے ہوئے فرانس کی رہنما خواتین کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ فرانس میں چوں کہ سب سے پہلی اکادمی کی بنیاد بھی ایک خاتون نے ڈالی تھی، اس لیے اس خاتون کی خدمات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''عطیہ! تم کو معلوم ہوگا کہ فرانس میں سب سے پہلی اکاڈیمی ایک لیڈی نے قائم کی تھی۔ تم کو بھی یہ موقع ہے خود علمی مذاق ہے اور اہلِ مذاق بمبئی میں جمع ہو سکتی ہیں۔''(۸)

عطیہ فیضی کے نام تحریر کردہ ان کے ایک اور خط سے ان کے نظریہ تعلیمِ نسواں تک پہنچنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے۔ اس میں وہ لکھتے اور یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ مرد اس لیے عمومی طور پر ظالم تصور ہوتے ہیں کہ خواتین کو اپنے حقوق سے واقفیت نہیں یا پھر وہ معاشی طور پر بہت کمزور ہیں۔ ایک ایسی شریف النفس خاتون جو محض طلاق اور بعد از طلاق معاشی مسائل کی دھمکی کی وجہ سے

ایک ساری زندگی ایسے مرد کے ساتھ گزار دیتی ہے جو جوا کھیلتا ہے، مار پیٹ کرتا ہے، نا اپنی عزت کا پاس رکھتا ہے اور نا ہی دوسروں کی عزت کا، نا کھاتا کماتا ہے اور نا ہی اولاد کی تربیت میں کسی بھی قسم کا کردار ادا کرتا ہے، تو اس میں قصور عورت کا بھی ہے۔ ان کے نزدیک یہ بھی اچھنبے کی بات ہے کہ خواتین خود پر ایک خول چڑھا لیں اور یہ تصور کر لیں کہ وہ نزاکت کا مجموعہ، روئی کا گولا یا چھوئی موئی ہیں۔ اگر چہ وہ مرد نما خواتین کو بھی پسند نہیں کرتے اور اس بات کا اظہار خطوط میں کرتے ہیں لیکن وہ بہر حال مرد نما خواتین کو اس حوالے سے چھوئی موئی خواتین پر ترجیح دیتے ہیں کہ وہ اپنے حقوق سے واقف ہوں اور اپنی زندگی کے لیے لڑ سکیں۔ گویا وہ حقوقِ نسواں کو تعلیمِ نسواں سے منسلک سمجھتے ہیں اور اس کے حصول کے لیے انھیں ذہنی اور جسمانی دونوں سطحوں پر تیار کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ اس سب کے ساتھ ساتھ وہ خواتین کو اپنی گھریلو زندگی سے غافل ہو جانے کو بھی برا جانتے ہیں۔ شبلی نعمانی چوں کہ تعلیم یافتہ تھے اور اس قسم کے خطوط کے پس منظر میں یقیناً ان کے پیش نظر ایسی ماؤں کا تصور ہوگا جو قوی، باہمت اور جرات مند ہو اور قوم کی بہتر پرورش کر سکے۔ ۹ جون ۱۹۰۹ء میں تحریر کردہ خط کا یہ حصہ ملاحظہ کیجیے:

> ''عورتوں کے متعلق تمھاری رائے ہے کہ وہ دنیوی اور معاشی علوم کم پڑھیں اور تم اس کو پسند نہیں کرتیں کہ عورتیں خود کمائیں اور کھائیں لیکن یاد رکھو مردوں نے جتنے ظلم عورتوں پر کیے اس بل پر کیے کہ عورتیں ان کی دست نگر تھیں۔ تم عورتوں کا بہادر اور دیو پیکر ہونا اچھا نہیں سمجھتی لیکن یہ تو پرانا خیال تھا کہ عورتوں کو وہاں پان چھوئی اور روئی کا گولا ہونا چاہیے۔ جمال اور حسن، نزاکت پر موقف نہیں، تنومندی، دلیری، دیو پیری اور شجاعت میں بھی حسن و جمال قائم رہ سکتا ہے۔ مرد نما عورت زنانہ نزاکت سے زیادہ محبوب ہو سکتی ہے۔ ہاں یہ اعتراض صحیح ہے کہ موجودہ طرزِ تعلیم سے بچے خاندان سے اجنبی ہو جاتے ہیں لیکن خاندان سے زیادہ تر چسپیدگی بھی کوئی مفید چیز نہیں۔''(۹)

خطوطِ شبلی کے مطالعے سے یہ امر بھی سامنے آتا ہے کہ وہ نا صرف عطیہ فیضی کو خود تعلیمِ نسواں اور بنیادی حقوق سے آگاہ کرتے رہتے تھے بلکہ اس ضمن میں دیگر ذرائع جن میں اخبارات و رسائل وغیرہ شامل تھے، پڑھنے کا بھی مشورہ دیتے تھے۔ یوں ان کے خطوط عطیہ کی ذہن سازی کا رجحان بہت نمایاں تھا۔ گویا وہ عطیہ کو محض اپنی ذات تک محدود کرنے کے بجائے کائناتی حوالوں سے خود کفیل کرنا چاہتے تھے۔ ۱۹ اگست ۱۹۰۹ء کے خط مطالعے میں وسعت کی غرض سے لکھتے ہیں:

> ''تم کو خط لکھ چکا تھا کہ ایک پولندہ آیا جس میں سلسلہ تعلیم نسواں کی چہ ریڈریں آئیں۔ ابتدائی حیثیت سے مجھ کو بہت پسند ہیں۔ ہر پہلو کا لحاظ رکھا ہے۔ تم بھی منگوا کر دیکھو اور پسند ہوں تو وہاں استعمال کرو۔''(۱۰)

اس طرح ۲۸ اپریل ۱۹۰۹ء کو عطیہ فیضی کے نام تحریر کردہ ایک اور خط میں تحریر کرتے ہیں کہ وہ انھیں اس انداز میں فارسی پڑھانا چاہتے ہیں کہ ہر نکتہ با آسانی سمجھ میں بھی آ جائے اور ''تاج گنج'' ایسی کتاب کو بھی پڑھتے ہوئے کسی مشکل کا سامنا نا کرنا پڑے۔

اپنے مکاتیب میں شبلی نعمانی نے نا صرف عطیہ فیضی کو تعلیمِ نسواں کا درس دیا، آگے بڑھنے کا حوصلہ اور ہمت پیدا کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ عملی طور پر بھی خود اس میں شریک ہوئے۔ ان کے عطیہ فیضی کے نام ایسے متعدد خطوط موجود ہیں جن میں وہ

انھیں نثر تحریر کرنے اور اس پر اصلاح لینے کی نصیحت کرتے ہیں۔ وہ انھیں فارسی کی عالمہ بھی بنانا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک خط ملاحظہ کیجیے جس میں وہ عطیہ کی نثر میں محاورے کی اصلاح کرتے ہوئے درس دیتے ہیں کہ بہتر محاورہ، زبان دانی کی علامت ہے اور تحریر و تقریر میں حسن پیدا کرتا ہے۔ اصلاح کا انداز ملاحظہ کیجیے:

''آپ کی عبارت میں بعض محاورت بمبئی کے مخصوص ہیں آئندہ بچے مثلاً یہ لفظ ''کتابیں برابر ملک گئیں'' (میں) ''برابر ملنا'' بالکل غلط ہے۔ ''بہن کا مال انھیں دے دیا'' مال کا لفظ ایسی چیزوں کے متعلق نہیں بولتے۔ یہ لکھنا چاہیے کہ ''ان کی چیزیں ان کو دے دیں۔''(۱۱)

اسی ضمن میں ۱۰ مارچ ۱۹۰۸ء کے ایک اور خط کا نمونہ ملاحظہ کیجیے جس میں وہ بالکل بنیادی سطح کی اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی کی اصلاح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ وہ موازنہ انیس و دبیر اور سخندانِ پارس کا دوسرا حصہ ملاحظہ کریں تاکہ مطالعہ میں وسعت آئے۔

مفصل خط لکھ چکا ہوں، ایک دو خفیف غلطیاں ظاہر کر چکا ہوں اس خط میں دو ایک اور لکھتا ہوں۔

غلط	صحیح
تا آپ دیکھ لیں	تا کہ آپ دیکھ لیں
آپ کو کتنے کام ہوں گے	آپ کو بہت سے کام ہوں گے
محاورہ کروں	محاورہ پیدا کروں(۱۲)

اسی ضمن میں ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء کے ایک اور خط کا نمونہ ملاحظہ کیجیے جس میں محبت بھرے انداز میں سرزنش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ وہ اس اصلاح سے دل چھوٹا نا کریں اور یہ بات سمجھنے کی کوشش کریں کہ مقصود ان کی اصلاح زبان ہی ہے:

''چٹکیوں میں اڑاتی ہیں'' رکیک اور اچھا محاورہ ہے اور جس موقع پر تم نے لکھا ہے اس کے لیے بالکل خلافِ تہذیب ہے، یہ محاورہ سرے سے کبھی نہ لکھا کرو۔ میں تم کو بار بار ٹوکتا ہوں ممکن ہے کہ تم کو گراں گزرے لیکن جی نہیں مانتا تمھاری اردو کے روشن چہرہ پر داغ رہنے پائیں۔''(۱۳)

مکاتیبِ شبلی کا مطالعہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ وہ عطیہ کے حوالے سے حسنِ سیرت کے زیادہ قائل تھے نا کہ حسنِ صورت کے اور حسنِ سیرت کے حوالے سے وہ اس بات کے قائل تھے کہ تعلیم کو بڑھایا جائے، اسے عملی زندگی میں اپنایا جائے اور اپنے رویوں میں مثبت تبدیلی بھی لائی جائے۔ یہ خط عطیہ اور شبلی کے تعلقات کے اخلاص کا پتہ بھی دیتا ہے۔ حسن سیرت میں تعلیم کے کردار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''تم جانتی ہو کہ حسن صورت کی نوبت ہو چکی۔ میری قسمت میں دونوں کا اجتماع نہ تھا۔ اب کوئی چیز مایہ تسکین ہو سکتی ہے تو صرف حسنِ سیرت ہے۔ اس کے لیے سب سے مقدم تعلیم ہے۔''(۱۴)

عطیہ فیضی کی ناراضی یا سیکھنے کے عمل میں دل چھوٹا نا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے ان کی تقریر کی تعریف کرتے ہیں اور پھر اہلِ زبان کے مطابق روزمرہ اور محاورے کی اصلاح کے ضمن میں ۱۱ اپریل ۱۹۰۸ء میں تحریر کردہ خط میں لکھتے ہیں کہ:

اس خط میں دوبارہ سے چٹکیوں میں اڑانا محاورہ کی تصحیح کے بعد دوبارہ اصلاح دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

''ڈاکٹر کہتے ہیں سو رہو'' (میں) ''سو رہو'' کے بجائے ''لیٹے رہو'' لکھنا چاہیے، میرا ہر خط جواب طلب نہیں ہوتا۔اس لیے ان خطوں کو بار نہ خیال کرو اور جواب کے خیال سے نہ گھبراؤ۔''(۱۵)

شبلی نعمانی کی اصلاح کے تسلسل ہی میں ایک اور خط ملاحظہ کیجیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی تدریس کے حوالے سے حقیقتاً سنجیدہ تھے اسی لیے ایسی باتیں بھی اصلاح کے ضمن میں تحریر کر جاتے تھے جن کی وجہ سے عطیہ فیضی کی دل شکنی ہوسکتی ہو۔۱۶ اکتوبر ۱۹۰۸ء کے خط میں لکھتے ہیں:

''معاف کرو یورپ جا کر انگریزی میں تم نے ترقی کی لیکن اردو زبان بگاڑ لائیں۔''احسان مانتی ہوں''، ''تکلیف لیتے ہیں''، ''فائدہ لیتی ہوں''، ''بہت تجویزا'' یہ سب محاورے نہایت غلط اور عوام دکن کی زبان ہے۔''(۱۶)

اسی ضمن میں شبلی نعمانی کا ۲۹ مئی ۱۹۰۹ء کا خط بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے جس میں وہ زبان دانی کی باقاعدہ تعلیم کے حوالے سے انھیں مراحل سکھاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کس طرح تیزی سے اس میدان میں آگے بڑھا جاسکتا ہے۔اس ضمن میں پہلا مرحلہ انھوں نے محاورہ اور روزمرہ سیکھنے کا بیان کیا ہے، پھر اسے اپنی تحریر و تقریر میں رچا بسا لینے کا ہے، پھر شاعری کی تعلیم کا۔ لکھتے ہیں:

''سب سے پہلا مرحلہ زبان کا ہے یعنی زبان محاورہ اور روزمرہ سے مزا لینا اور لطف اٹھانا۔ اول تو زبان اور محاورہ سے واقف ہونا چاہیے پھر یہ کافی نہیں ہے بلکہ اس سے طبیعت کو لطف اٹھانا شرط ہے۔۔۔معنی سمجھ لینا اور چیز ہے اور لطف اٹھانا اور چیز ہے۔گانا سب سنتے ہیں اور معمولی طور سے سمجھ بھی لیتے ہیں لیکن جو شخص گانا سن کر بے تاب ہو جاتا ہے اور تڑپ جاتا ہے اصل میں گانا اسی کے لے ہے۔۔۔میں رواں مثنوی اور اشعار پڑھنے کا طرز بتا سکوں گا جو عام صحبتوں کے قابل ہے۔''(۱۷)

شبلی نعمانی جہاں دیدہ شخص تھے۔زندگی میں بہت سے نزدیک و دور کے اسفار نے ان کا قوتِ مشاہدہ وسیع کر دیا تھا اور۔بال خصوص سفرِ یورپ کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ قوم میں جب تک خواتین کو بیدار اور ذہنی سطح پر تیار نا کیا جائے، قوم کی بہتری ممکن نہیں۔ایسے میں خواتین کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے اور تحریک دینے کے لیے وہ عطیہ فیضی کی خدمات لینا چاہتے تھے۔اس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ ان میں تحریر و تقریر کی خوبی بھی تھی اور وہ پر اعتماد بھی تھیں۔ ان کے عطیہ فیضی کے لیے نیک جذبات اور ان کے ذریعے قوم کو جگانے کے حوالے سے یہ گوشہ بھی ان کی نظر میں تھا کہ خواتین کی معاشرتی آزادی اگرچہ برصغیر میں ممنوعہ تھی لیکن عطیہ فیضی عام معاشرتی پابندیوں کی صف سے آگے نکل چکی تھیں اور باہمت و بلند حوصلہ بھی تھیں اس لیے انھیں اب پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے تھا۔۲۴ فروری ۱۹۰۸ء کو تحریر کردہ خط میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''میری تجویز جو آپ کے متعلق ہے وہ یورپ سے آنے کے بعد قابلِ اظہار ہوگئی یعنی میں چاہتا ہوں کہ آپ ان مشہور عورتوں کی سپیکر اور لیکچرار بن جائیں جو انگریز اور پارسی قوم میں

ممتاز ہو چکی ہیں لیکن اردو میں تا کہ ہم لوگ بھی سمجھ سکیں۔آپ میں ہر قسم کی قابلیت موجود ہے صرف مشق کی ضرورت ہے۔ہم پرانے لوگ آزادی سے بے پردہ مجامع عام میں عورتوں کا تقریر کرنا پسند نہیں کرتے لیکن آپ اس میدان میں آ چکیں اس لیے اب جو کچھ ہو کمال کے درجہ پر ہو۔''(۱۸)

چوں کہ شبلی نعمانی مسلسل عطیہ فیضی کو خطوط میں پڑھنے لکھنے کی تحریک دیتے رہتے تھے اس لیے ایسے خطوط جو زیادہ توجہ طلب ہوتے اور عطیہ پوری توجہ نا دی پاتیں، تو ان کے بارے میں بھی نصیحت کرتے کہ جب فراغت ہو تو پڑھ لیں۔۲۳ مارچ ۱۹۰۸ء کو تحریر کردہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ''جب تم یورپ کے سفر سے واپس آ جاؤ (اسے پڑھنا کہ) اس میں تمھاری تصنیفی اور لٹریری زندگی کی تجویزیں تھیں۔''۳۳۔اسی خط میں وہ انھیں قرآنِ مجید کے نسخے کو ارسال کرنے کی بابت بھی بات کرتے ہیں۔ن کے خطوط کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عطیہ فیضی بھی ان سے مسلسل رہنمائی لیتی رہتی تھیں۔عطیہ فیضی کے خط کے جواب میں تحریر کرتے ہیں کہ اردو چوں کہ مادری زبان ہے اور اس میں تقریر نسبتاً آسان ہے اس لیے دل نشین انداز میں اردو ہی میں تقریر کریں۔۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء میں تحریر کردہ خط کا اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''ریفارمیشن یا اشاعتِ تعلیم یا تصنیف و مضمون نگاری، ان تینوں میں سے پہلے مقصد کے سوائے جس کا میں اہل نہیں ہوں، باقی تمھارے مقصد میں تم کو کافی مدد سے سکتا ہوں۔۔۔اردو میں تم اپنے مطالب نہایت خوبی سے ادا کر سکتی ہو، اردو میں کیوں تقریر نہ کرو۔لیکن چوں کہ میں وہاں موجود نہیں ہوں، جس زبان میں چاہو تقریر کرو مجھے کیا اعتراض ہے۔''(۱۹)

عطیہ فیضی کے نام شبلی کے خطوط کی مزید ایک بڑی تعداد موجود ہے جس میں وہ انھیں بار ہا پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں، فارسی اور عربی زبان سے شناسائی کرواتے ہیں، ''قانونِ موسیقی'' ایسی کتب ارسال کرتے ہیں اور شعر کہنے کی ترغیب کے ساتھ تحریک بھی دیتے ہیں۔یوں کہا جا سکتا ہے کہ خطوطِ شبلی بنام عطیہ فیضی میں درس و تدریس دیگر تمام مظاہر میں سے اہم ترین مظہر کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ظفر احمد صدیقی، شبلی (ہندوستان ادب کے معمار)، دہلی: ساہتیہ اکیڈمی، ۱۹۸۸ء، ص:۹۵

۲۔ ایضاً، ص:۷۷

۳۔ ظفر الدین، مضمون: شبلی کی شخصیت: خطوط کے آئینے میں، مشمولہ: اردو ادب، سہ ماہی، شمارہ ۱، ۲، ۳، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۹۶ء، ص:۲۳۳

۴۔ راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر، مضمون: نشاۃ الثانیہ اور علامہ شبلی: مشمولہ: اردو ادب، سہ ماہی، شمارہ ۱، ۲، ۳، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۹۶ء، ص:۱۸

۵۔ ظفر الدین، مضمون: شبلی کی شخصیت: خطوط کے آئینے میں، مشمولہ: اردو ادب، سہ ماہی، شمارہ ۱، ۲، ۳، ص:۴۷

۶۔ راج بہادر گوڑ، ڈاکٹر، مضمون: نشاۃ الثانیہ اور علامہ شبلی: مشمولہ: اردو ادب، سہ ماہی، شمارہ ۱، ۲، ۳،

۷۔ محمد امین زبیری و سید محمد قیصر، مرتبین: خطوطِ شبلی بنام زہرا بیگم فیضی و عطیہ بیگم فیضی، آگرہ: سلطان بک ایجنسی، شمسی یشن پریس، س ن،

ص:۲۹

۸۔ ایضاً،ص:۴۷

۹۔ ایضاً،ص:۵۳

۱۰۔ ایضاً،ص:۶۷

۱۱۔ ایضاً،ص:۳۰

۱۲۔ ایضاً،ص:۳۲

۱۳۔ ایضاً،ص:۳۶

۱۴۔ مکاتیبِ شبلی، جلد اول، طبع دوم،ص۱۰۴، مشمولہ شبلی اور ان کی تصانیف از آفتاب احمد صدیقی، مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی،۱۹۹۶ء، ص:۲۷۸

۱۵۔ ایضاً،ص:۳۶

۱۶۔ ایضاً،ص:۴۲

۱۷۔ ایضاً،ص:۵۱

۱۸۔ ایضاً،ص:۳۱

۱۹۔ ایضاً،ص:۳۵

☆.....☆.....☆